شاہجہاں کی علم دوستی وادب پروری اور داراشکوہ کی علماپروری تھی۔ داراشکوہ خود ایک عظیم دانشور تھے اس لئے دانشوروں کی حمایت ہمیشہ سے ان کا شیوہ رہا۔ بہر کیف عہد شاہجہاں میں بڑی بڑی قدآور اور نامور ہستیاں اس سرزمین پر جلوہ گر ہوئیں۔ ان پر نہ صرف الہ آباد کو بلکہ ساری اسلامی دنیا کو ناز اور فخر ہے۔

شاہجہاں کے دربار میں شہر الہ آباد مرکزی محور کی حیثیت رکھتا تھا۔ خاص طور سے اس شہر میں تصوف کا عام رواج ہوا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ شاہجہاں کے لخت جگر داراشکوہ کو اسکی حکومت میں کافی عمل دخل حاصل تھا اور ویلایت وتصوف سے کافی لگاؤ رکھتا تھا۔ اسی کے زمانۂ ولیعہدی میں شیخ محب اللہ نے سرزمین الہ آباد کو رونق بخشا۔ جس کی بدولت یہ شہر اسلام کا منبع بن گیا۔ ان کی شہرت کا باعث ابن عربی کی کتاب فصوص الحکم پر شرح نویسی ہے۔ وہ ہندوستان کے پہلے صوفی ہیں جنہوں نے وحدت الوجود کی شرح وبسط اور اس فلسفہ کی نشر اشاعت میں اہم کردار ادا کیا۔ انہوں نے فصوص الحکم کی شرح عربی اور فارسی دونوں زبانوں میں لکھی۔ ان کی دیگر تالیفات میں مناظر اخص الخواص، ہفت احکام وعبادت الخواص وغایات الغایات وسر الخواص، طرق الخواص، تفسیر قرآن کریم اور رسالۃ التسویہ بھی کافی معروف ہے۔

اورنگ زیب عالمگیر کے دورِ حکومت میں شہر الہ آباد میں جو شخصیتیں نمودار ہوئیں ان میں شاہ محمد افضل کی شخصیت سب سے اہم اور باوزن تھی۔ وہ اپنے روشن ضمیر پیر ومرشد میر سید محمد کالپوی کے فرمان پر الہ آباد آئے۔ وہ اپنے وقت کے ولی کامل اور قطب تھے اور اورنگ زیب فرخ سیر اور دہلی کے دوسرے امرار وحکام ان سے قلبی عقیدت رکھتے تھے۔ مفتاح التواریخ کے مصنف ویلیام بیل، تذکرہ بحر زخار کے مؤلف میر غلام علی آزاد بلگرامی اور قاموس المشاہیر کے مصنف نے شاہ محمد افضل کو صاحب تصنیفات کثیرہ بتایا ہے۔ شرح گلستاں وبوستاں شرح یوسف وزلیخا، شرح فصوص علی وفق المنصوص، رسالہ فارسی وعربی در بحث ایمان فرعون شرح قصائد خاقانی، شرح مثنوی مولوی اور کتاب کشف الاستار فارسی زبان میں ان کی اہم علمی وادبی یادگار ہیں۔ وہ فارسی میں شعر بھی کہا کرتے تھے۔ ان کے دیوان میں زیادہ تر اشعار غزل کے ہیں۔ ایک نمونہ ملاحظہ ہو ۔

روزِ عاشق که سوم گرز دی نیست ترا — بجز تغافل مگر ای جان ہنر دیست ترا
کم بین شده از خون دو دیده باغی — از چه رو جانب این باغ سفر دیست ترا
خالی از عشق تو کس نیست بگو باعث چیست — که چنین جور و جفا باد گری نیست ترا
سوختم ز آتش مهر رخت ای ماه ولی — هرگز از سوزش جانم اثری نیست ترا

شاہ محمد افضل کے بعد شاہ خوب اللہ الٰہ آبادی نے علم و ادب کا باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لیا۔ ان کی تصنیف تذکرہ وفیات الاعلام اور مکتوبات فارسی ادب کا گرانقدر سرمایہ ہے۔ اس کے کلیات فارسی بھی ان کی یادگار ہے۔ جس میں زیادہ تر اشعار غزل اور رباعی کے ہیں۔ ان کی غزل کا ایک نمونہ پیش خدمت ہے ؎

بتو خوش مبارک به بساط ناز کردن — همه شب نیامدی و من و ناله ساز کردن
دل من رسیده چندان ز تغافل تو ظالم — شو دار در تو قبله نتوان نماز کردن

دلم را موی آن دلدار دام ست — که با عیش خوشش بر من حرام ست
بگویم نام من دیوانهٔ تو — اگر پرسی ترا یاری چه نام ست
به محراب دو ابرو سجده آریم — که چشم مست او ما را امام ست

شاہ خوب اللہ کے بعد ان کے فرزند ارجمند شاہ محمد طاہر کو فارسی زبان و ادب کی خدمت کرنے والوں میں ایک اعلیٰ مقام نصیب ہوا۔ وہ بھی صاحب تصنیف تھے تحقیق الحق، شرح فصوص الحکم اور شرح قصاید فارسی ان کی تالیفات ہیں۔ شاعری بھی کیا کرتے تھے۔ چند اشعار بطور نمونہ ملاحظہ ہوں ؎

عشق یوسف کرد در پیری زلیخا را جوان — عشق رو دیت پیر کرد اندر جوانی طاہرا
شد زبانم تا دل محو شد در یاد دوست — بهتر است از صد زبان این بی زبانی طاہرا

ان شخصیتوں کے علاوہ دوسری اہم ہستیوں جیسے شاہ محمد فاخر زائر، شاہ محمد ناصر افضلی، شاہ غلام قطب الدین مصیب، شاہ غلام خوب اللہ نجفی، شاہ محمد اجمل، شاہ ابوالمعالی اور شاہ میر جان سید کا بھی فارسی زبان و ادب کے ارتقا میں کافی اہم رول اور کردار رہا ہے۔